ڈاکٹر عبدالحکیم ازہری

امام شافعی کی علمی و اجتہادی خدمات

امام شافعی اہل سنت کے ان چار عظیم وجلیل اماموں میں سے ایک ہیں جن کے علم و اجتہاد، فضل و کمال اور زہد و ورع پر اس امت کا اتفاق ہے، امت اسلامیہ کا ایک بہت بڑا طبقہ آپ کا مقلد ہے اور آپ ہی کی طرف نسبت کرتے ہوئے خود کو شافعی کہتا ہے۔ آپ کا اسم گرامی ابوعبداللہ محمد بن ادریس بن العباس بن عثمان بن شافع الہاشمی القرشی المطلبی ہے۔ آپ کے سلسلہ نسب میں ایک نام حضرت شافعؓ ہے جو صغار صحابہ میں سے ہیں، حضرت شافع ہی کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ کو شافعی کہا جاتا ہے۔ حضرت شافع کے والد حضرت سائب ہیں۔ یہ بدر کے دن مشرکین مکہ کے ساتھ تھے اور مکہ والوں کی شکست کے بعد دیگر قیدیوں کے ساتھ آپ بھی قیدی بنالیے گئے، آپ نے قید سے رہائی کے لیے فدیہ ادا کیا، اور اس کے بعد آپ ایمان کی دولت سے بہرہ ور ہوئے۔ امام شافعی کا نسب عبدمناف میں جاکر حضور اکرم ﷺ سے مل جاتا ہے، آپ ہاشمی اور قرشی ہیں اس اعتبار سے آپ میں یہ ایک ایسا وصف ہے جو باقی تینوں ائمہ مجتہدین سے آپ کو ممتاز کرتا ہے۔

آپ کے والد گرامی نے مکہ مکرمہ سے ہجرت فرمائی، اور فلسطین کے شہر غزہ کا رخ کیا، آپ کا یہ سفر طلب معاش کے لیے تھا۔ آپ کے والد نے غزہ میں سکونت اختیار کرلی اسی شہر میں سن ۱۵۰ ہجری میں امام شافعی کی ولادت ہوئی۔ آپ کی والدہ حضرت فاطمہ بنت عبداللہ محض ہیں، یہ برگزیدہ خاتون حضرت حسن مثنی کی پوتی اور سبط رسول سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ کی پڑ پوتی ہیں۔ ابھی امام شافعی کی عمر صرف دو سال تھی کہ آپ کے والد کی وفات ہوگئی، جس کی وجہ سے آپ کی

☆ الضرورات تبیح المحظورات ☆ ضرورتیں ممنوعات کو مباح کردیتی ہیں ☆

پرورش یتیمی، عسرت اور تنگ دستی کے عالم میں ہوئی، آپ کی والدہ آپ کو لے کر غزہ سے واپس مکہ مکرمہ آگئیں، لہٰذا آپ کی پرورش اور ابتدائی تعلیم مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ آپ سن تمیز ہی سے علوم و فنون کی تحصیل کی طرف متوجہ ہوگئے تھے۔ ابتداء میں شعر، لغت اور تاریخ عرب کی طرف توجہ فرمائی، اس کے بعد تجوید و قرأت اور حدیث و فقہ کی تحصیل شروع کی۔ آپ نے لغت و شعر میں وہ کمال حاصل کیا کہ آپ کا شمار ائمہ لغت میں ہونے لگا۔ امام اصمعی فرماتے ہیں۔ ''صححت اشعار ھذیل علی فتی من قریش یقال له محمد بن ادریس'' (میں نے ہذیل کے بہت سے اشعار کی صحت ایک قریشی نوجوان سے معلوم کی، اس قریشی نوجوان کا نام محمد بن ادریس ہے) امام احمد بن حنبل فرمایا کرتے تھے ''کان الشافعی من افصح الناس'' (شافعی لوگوں میں سب سے زیادہ فصیح اللسان تھے) امام مالک کو امام شافعی کی قرأت بہت پسند تھی، کیونکہ آپ کی زبان میں بڑی فصاحت تھی۔ امام شافعی نے جب حدیث کی تحصیل کی طرف توجہ فرمائی تو صرف تیرہ سال کی عمر میں امام مالک کی کتاب ''موطا'' حفظ فرمالی، اس کے بعد آپ کی والدہ آپ کو مدینہ منورہ لے کر امام مالک کی خدمت میں پہنچیں اور آپ کو امام مالک کی خدمت میں پیش کیا، آپ نے امام مالک کی خدمت میں زانوئے تلمذ طے کیا۔ امام شافعی نے امام مالک کی درسگاہ میں ان کی کتاب موطا کی قرأت کی۔ آپ علوم دینیہ کی طرف اپنے رجحان کا واقعہ خود اس طرح بیان کرتے ہیں۔ ''ایک دن میں ذوق و شوق سے لبید کے اشعار پڑھ رہا تھا کہ ناگاہ نصیحت آمیز غیبی آواز آئی، اشعار میں پڑ کر کیوں وقت ضائع کرتے ہو، جاؤ جا کر فقہ کا علم حاصل کرو، میرے دل پر اس آواز کا بہت اثر ہوا، اور میں نے مکہ میں سفیان بن عیینہ کی درسگاہ میں حاضری دی، ان کے بعد مسلم بن خالد زنجی، اور پھر مدینہ منورہ میں امام مالک کی خدمت میں پہنچا'' امام شافعی نے حضرت مسلم بن خالد کی درسگاہ سے فیض حاصل کیا، اور ان سے فقہ و حدیث کی تحصیل فرمائی، آپ کے استاذ آپ سے اتنے مطمئن تھے کہ انھوں نے امام شافعی کو بہت کم عمری میں افتاء کی اجازت مرحمت فرمائی۔ امام شافعی نہایت ذہین و فطین اور ذکی و عقل مند تھے۔ ابوعبید کہتے ہیں ''ما رایت احدا اعقل من الشافعی'' (میں نے امام شافعی سے بڑھ کر کسی کو عقل مند نہیں پایا) اسی طرح یونس بن عبدالاعلیٰ فرماتے ہیں ''لو جمعت امة لو سعھم عقله'' (اگر پوری امت بھی ایک

طرف جمع ہو جائے تو امام شافعی کی عقل سب کو وسعت کریگی) مدینہ منورہ میں امام شافعی امام مالک کے علوم وفنون سے مستفید ہوتے رہے، اور ان سے حدیث وفقہ کی تحصیل کرتے رہے، آپ نے امام شافعی کی خدمت میں ۱۶ سال گزارے، یہاں تک کہ امام مالک کی وفات ہوگئی۔

امام شافعی کے فضل وکمال کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا ''عالم قریش یملا طباق الارض علما'' (قریش کا ایک عالم دنیا کو علم سے بھر دے گا) ہمارے اصحاب شوافع کے علاوہ دوسرے علمائے متقدمین نے بھی یہی فرمایا ہے کہ اس حدیث پاک میں امام شافعی کی طرف اشارہ ہے۔ امام احمد بن حنبل نے امام شافعی کے علم وفضل اور ان کی خدمات کو ان الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا ہے ''مامس احد مجرة واقلماالا وللشافعی فی عنقه منة'' (جس شخص نے بھی قلم اور دوات کا استعمال کیا ہے، اس کی گردن پر امام شافعی کا احسان ہے۔) امام احمد مزید فرماتے ہیں کہ ''امام شافعی دوسری صدی کے مجدد ہیں جس طرح کہ حضرت سیدنا عمر بن عبد العزیز پہلی صدی کے'' ایک اور مقام پر آپ نے فرمایا کہ تیس سال میں میری کوئی رات ایسی نہیں گزری جس میں میں نے امام شافعی کے لیے دعا نہ کی ہو''

اس علم وفضل کے ساتھ امام شافعی زہد وتقوی میں بھی بے مثال تھے، آپ عابد، زاہد، متقی اور نہایت پرہیز گار تھے، آپ کے زہد وورع کا تذکرہ کرتے ہوئے ربیع بن سلیمان کہتے ہیں ''امام شافعی رات کے تین حصہ کرتے تھے، پہلے حصے میں تصنیف وتالیف، دوسرے میں نوافل اور تیسرے میں آرام فرماتے تھے'' ابراہیم بن محمد نے فرمایا ''میں نے امام شافعی سے عمدہ کسی شخص کو نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا، آپ کی نماز مسلم بن خالد کی نماز کے مشابہہ تھی، اور ان کی مسلم جریج کی نماز کے مماثل، اور ان کی عطا بن ابی رباح کے، اور ان کی عبداللہ بن زبیر کے اور ان کی حضرت ابوبکر صدیق کی نماز کے مشابہ تھی، حضرت ابوبکر صدیق کی نماز کے بارے میں کیا پوچھتے ہو ان کی نماز تو بالکل حضور ﷺ کی نماز کے مشابہ تھی۔''

امام شافعی کا منہج اجتہاد

امام شافعی نے اپنے مقرر کردہ اصول وقواعد کی روشنی میں کتاب وسنت سے مسائل کا استنباط واستخراج کیا، آپ کے قواعد اجتہاد آپ کی کتاب ''الرسالہ'' میں درج ہیں جن کو بروئے کار

☆ تخصيص العام بالنية مقبولة ديانة لا قضاء ☆

لاکر آپ نے اجتہاد فرمایا، اور ان اصول و قواعد کے مطابق آپ نے اپنے فقہ کے جزئیات مدوّن فرمائے، آپ کے یہ اصول و قواعد عملی تھے محض نظری نہیں تھے۔ آپ کے ان اصولوں کے عملی ہونے کا بین ثبوت آپ کی مشہور زمانہ کتاب ''الام'' سے فراہم ہوتا ہے، جہاں آپ نے استخراج کردہ مسائل کے ساتھ ساتھ ان کے دلائل بھی درج کیے ہیں، اور ساتھ ہی آپ نے اپنے قواعد اجتہاد اور اصول استنباط کا بھی ذکر کیا ہے اور ان کو منطبق کر کے ثابت کیا ہے کہ آپ نے یہ مسئلہ کس طرح متخرج کیا ہے۔

آپ کے قواعد اجتہاد میں سب سے پہلا اصول یہ ہے کہ آپ اولا مسئلہ کی دلیل کتاب اللہ میں دیکھتے ہیں اور مسئلہ کی بنیاد کتاب اللہ کے ظاہر کو بناتے ہیں. اور اس وقت تک نص کے ظاہر میں تاویل سے گریز کرتے ہیں جب تک نص میں تاویل کے وجوب پر کوئی دلیل قائم نہ ہو جائے۔ کتاب اللہ کے بعد آپ سنت رسول اللہ پر نظر کرتے ہیں، اور اپنے نظریہ کی بنیاد سنت رسول پر رکھتے ہیں، یہاں تک کہ آپ ایسی خبر واحد کو بھی اختیار کرتے ہیں جس میں کوئی راوی منفرد ہو، بشرطے کہ وہ منفرد راوی ثقہ ہو صدق میں معروف اور ضبط میں مشہور ہو۔ امام شافعی کے منہج استنباط اور طریقہ اجتہاد کو بغور دیکھنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ سنت رسول ﷺ کو قرآن فہمی کا بنیادی ماخذ قرار دیتے ہیں۔ اس لیے کہ سنت رسول ﷺ سے بے نیاز ہو کر قرآن کریم کو سمجھنا ایک امر دشوار ہے یہ سنت رسول ہی ہے جو قرآن کریم کی تشریح و تفسیر کی منزل میں ہے۔ قرآن کریم میں صرف احکام عامہ اور قواعد کلیہ بیان کیے گئے ہیں، اب یہ حدیث کا کام ہے کہ وہ ان احکام عامہ اور قواعد کلیہ کی تشریح و تفسیر کرے، یہی حدیث ہے جو قرآن کے عام کو خاص کرتی ہے، مطلق کو مقید کرتی ہے، اور مجمل کو بیان کرتی ہے۔

اسی لیے امام شافعی نے اپنی عمر عزیز کا ایک بڑا حصہ حدیث نبوی کی حفاظت اور اس کے دفاع میں صرف کیا۔ اور آپ نے خبر واحد کے حجت ہونے پر دلائل قائم فرمائے۔ امام شافعی کی اسی خدمت حدیث اور دفاع سنت نے اصحاب حدیث کے درمیان ان کی قدر و منزلت میں اضافہ کر دیا، یہاں تک کہ آپ کا لقب ہی ''ناصر السنۃ'' پڑ گیا۔ آپ نہ صرف یہ کہ حافظ حدیث تھے بلکہ علل حدیث کی معرفت میں درجہ اجتہاد پر فائز تھے۔ حسن بن محمد زعفرانی نے آپ کی اس

خصوصیت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

كان اصحاب الحديث رقود فايقظهم الشافعي فتيقظوا.

اصحاب حدیث محو خواب تھے ان کو امام شافعی نے بیدار کیا تو وہ جاگے۔

امام نووی شافعی مجموع میں تحریر فرماتے ہیں:

ومن ذلک شده اجتهاده في نصرة الحديث و اتباع السنة و جمعه في مذهبه بين اطراف الادلة مع الاتقان والتحقيق والغوص التام على المعاني والتدقيق حتى لقب حين قدم العراق بناصر الحديث و غلب في عرف العلماء المتقدمين والفقهاء الخرا سانيين على متبعي مذهبه لقب اصحاب الحديث في القديم والحديث. (المجموع: ج ا ص ۱۰)

امام شافعی کے فضائل و مراتب میں سے آپ کی نصرت حدیث کے سلسلہ میں جدوجہد، آپ کا اتباع سنت، اور آپ کا اپنے مذہب کو دلائل کے ساتھ جمع کرنا ہے، وہ دلائل جو اتقان، تحقیق، تدقیق اور معانی پر غور وفکر پر مبنی ہیں، یہاں تک کہ جب آپ عراق میں جلوہ گر ہوئے تو آپ کا لقب ''ناصر الحدیث'' رکھ دیا گیا، علمائے متقدمین اور خراسان کے فقہا کے عرف میں آپ کے مذہب کا اتباع کرنے والے حضرات کو اصحاب حدیث کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

اہل فقہ، اہل اصول، اہل حدیث اور اہل لغت سب کے سب امام شافعی کی امانت، عدالت، زہد، ورع، تقویٰ اور علو قدر ومنزلت پر متفق ہیں۔ امام شافعی کی حیات میں ہمیں ان کا ایک خاص وصف ان کی فن مناظرہ میں مہارت بھی نظر آتا ہے۔ آپ بہترین مناظر تھے مگر آپ کا مناظرہ کرنا نہ اپنے مخالف کو زیر کرنے کے لیے تھا اور نہ شہرت و ناموری کی خاطر، بلکہ آپ ہمیشہ مناظرے میں حق کے طالب ہوا کرتے تھے اور صرف اسی لیے مناظرے کے میدان میں آتے تھے کہ حق واضح ہو جائے، اس سلسلہ میں آپ کا یہ قول مشہور ہے:

ماناظرت احداً الاولم ابالی یبین اللّٰہ الحق علی لسانہ أولسانی.

میں نے جب بھی کسی سے مناظرہ کیا تو مجھے اس کی پرواہ نہیں رہی کہ اللہ میری زبان سے حق ظاہر فرمائے گا یا میرے مخالف کی زبان سے۔

امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے عبداللہ نے ان سے دریافت کیا کہ "**ای رجل کان الشافعی؟ فانی رایتک تکثر الدعا لہ**" (اے والد محترم! یہ شافعی کون شخص تھے جن کے لیے آپ بہت دعا فرماتے ہیں؟) امام احمد بن حنبل نے جواب دیا "**کان الشافعی کالشمس للنہار و کالعافیة للناس، فانظر ھل لھذین خلف او عنھما عوض.**" (امام شافعی ایسے ہی ہیں جیسے دن کے لیے سورج اور انسان کے لیے صحت، تو دیکھو کہ کیا ان دونوں چیزوں کا کوئی بدل ہے؟)

تصانیف

امام شافعی کی زندگی کا اکثر حصہ درس و تدریس، علمی مباحث، استنباط مسائل، اور فقہ و افتا کی خدمت میں گزرا، اس کے ساتھ ساتھ مختلف موضوعات پر گراں قدر تصانیف بھی آپ نے اس امت کو عطا فرمائیں۔

ایک مرتبہ امام شافعی سے عبدالرحمٰن بن مہدی نے عرض کیا کہ میرے لیے کوئی ایسی کتاب تصنیف فرما دیں جس میں قرآن عظیم کے معانی معتبرہ، احادیث، اجماع اور ناسخ و منسوخ کا بھی بیان ہو، آپ نے ان کی طلب پر عین عنفوان شباب میں اپنی مشہور زمانہ کتاب "الرسالہ" تصنیف فرمائی، جو مذکورہ تمام مقاصد اور خوبیوں پر مشتمل تھی۔

مسند شافعی کی بھی اپنی جگہ بڑی اہمیت ہے، یہ کتاب ان احادیث مرفوعہ کا مجموعہ ہے، جنھیں امام شافعی خود اپنے طلبہ کے سامنے بیان کیا کرتے تھے، امام شافعی کی بعض روایات کو ابوالعباس محمد بن یعقوب اصم نے ربیع بن سلیمان مرادی سے سماع کر کے ان کو کتاب الام اور مبسوط کے ضمن میں جمع کر دیا ہے، ابوالعباس اصم نے ان تمام روایات کو یکجا کر کے اس کا نام مسند شافعی رکھ دیا ہے۔

وصال

مزنی روایت کرتے ہیں کہ جب امام شافعی کے وصال کا وقت قریب آیا تو میں ان

کے پاس موجود تھا، میں نے پوچھا کیا حال ہے؟ امام شافعی نے جواب دیا کہ دنیا سے رزاگی اور احباب سے جدا ہونے کا وقت ہے، موت کا پیالہ پیش ہونے والا ہے اور نتیجہ اعمال نکلنے والا ہے، بہت جلد اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضری ہوگی، کون جانے میری روح کدھر لے جائی جائے گی۔

آپ کا وصال ۳۰؍رجب المرجب سن ۲۰۴ ہجری میں جمعہ کی شب بعد نماز مغرب ہوا، آپ کا مزار مبارک مصر میں ہے جو آج بھی زیارت گاہ خاص و عام ہے اور آپ کے علمی اور روحانی فیوض و برکات کا دریا آج بھی رواں ہے۔

فقہ پر امام ابو محمد علی بن زکریا المنبجی (م ۶۸۶ ھ) کی کتاب

☆

اللباب فی الجمع بین السنۃ والکتاب

کا اردو ترجمہ شائع ہوگیا

☆

مترجم: محمد ظہیر الدین بھٹی

☆

ناشر: شیخ زاید اسلامک ریسرچ سینٹر۔ جامعہ کراچی

البینۃ علی مان ادعی والیمین علی من انکر ☆ گواہ لانا مدعی کے ذمہ اور قسم منکرِ دعویٰ کے ذمہ ہے۔